حفظانِ صحت کے متعلق والئی سوات کے فرامین کا شرعی و تحقیقی جائزہ

Legal Verdicts about Health Protection of Wali Swat and Sharī'ah- Was there a Connection: A Realistic Historical Jurisprudential Approach

سیف اللہ*

لطف اللہ ثاقب**

Abstract

Being a complete code of life, Sharī'ah (Islamic law) provides a comprehensive guideline for the human being in every facet of life. Further, such unique legal system cares, too, about the health of all mankind – without any sort of discrimination on the basis of color, creed, religion etc. Many verses of the Holy Qurān and *Ḥādīth* of the Holy Prophet (SM) confirm the same. While following this, Muslim rulers in every era have enforced the same guideline for the protection of health in their concerned territories. Wali Swat (a famous ruler of Swat) did the same in the regime of swat. It is believed, by some quarters, that such rules were the mixture of *Sharī'ah*, customs and British laws. The present study aims to find out and critically analyze whether such guideline, about health protection, are in line with the principles of Sharī'ah or these are a mixture of the three various sources- as stated earlier. To investigate the issue, content analysis technique of qualitative research has been followed in the present work. Firstly, the legal verdicts of the regime of Wali Swat are presented one by one and then analyzed by the same way from the perspective of *Sharī'ah*. To do it appropriately, views of all Muslim jurists (*fuqahā*) are presented and argued to the best possible extent. However, the *Hanfī* school of thought is cited more comparatively to other schools as the same school is followed by the majority of people of the region.

Keywords: Wali Swat, Legal Verdicts, Islamic Law, Hukam Nama, *Sharī'ah*, *fuqahā*.

---

* سبجیکٹ اسپیشلسٹ، شعبہ علوم اسلامیہ، جی ایچ ایس ایس شور، سوات۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ لاء اینڈ شریعہ، سوات یونیورسٹی، سوات۔

تعارف:

اسلام ایک جامع اور مکمل ضابطۂ حیات(Code of Life) ہے۔ یہ اپنے پیروکاروں کو چند اعتقادات اور عبادات تک محدود نہیں رکھتا، بلکہ اس میں زندگی گزارنے کے تمام تر اصول موجود ہیں۔ انہی اصول کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسلامی نظام مقرر کیا ہے اور انسان کے فلاح و بہبود کو اللہ تعالیٰ نے ان اسلامی احکامات ہی کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہدایات جاری فرمائے ہیں۔ چاہے اس کا تعلق عقائد کے ساتھ ہو یا عبادات کے ساتھ ، نکاح و طلاق کے ساتھ ہو یا جہاد کے ساتھ۔ انفرادی(Individual) زندگی ہو یا اجتماعی(Collective)۔ الغرض دین اسلام ایک جامع دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کامل اتارا ہے اور انسان کو اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا واضح حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا، اور پورا کیا تم پر میں احسان اپنا اور پسند کیا تمہارے لئے دین اسلام کو۔"[1]

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: "اور اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کی وضاحت ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔"[2]

اسی طرح اور بھی بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر صریح دلالت کرتی ہے کہ دینِ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر مکمل فرمادیا ہے ، آپ ﷺ کو وہ کامل دین عطا فرمایا گیا ہے جو تاقیامت آنے والی پوری انسانیت(Humanity) کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر ان گنت احسانات کئے ہیں۔ انسان کے لیے ان تمام احسانات کا شکر ادا کرنا تو دور کی بات ہے، ان تمام احسانات کو گننا بھی مشکل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو شمار میں نہ لاسکوگے[3]۔" ان احسانات میں سے سب سے بڑا اور عظیم احسان اور نعمت ایمان ہی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں نعمت قرار دے کر اس کی

---

[1] "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا "۔المائدۃ:۰۳

[2] "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ"۔النحل: ۸۹

[3] "وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللهِ لَاتُحْصُوْهَا۔"ابراہیم: ۳۴

تکمیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ان احسانات اور نعمتوں کی فہرست میں ایمان کے بعد ایک احسان اور نعمت صحت بھی ہے، مومن ہونے کے بعد دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہیں، جو صحت کے مقابلہ میں اتنی وقعت (Weightage) رکھتی ہو، عمدہ سے عمدہ نعمت اور قیمتی سے قیمتی اسباب و سامان ہونے کے باجود اس کے بغیر بے لذت اور تلخ معلوم ہوتے ہیں۔

اسی نعمت کی اہمیت کی طرف آپ ﷺ نے واضح طور پر اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ارشاد فرمایا، کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غیمنت سمجھو، اپنی جوانی کو اپنی بڑھاپے سے پہلے، اور اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اور اپنی مالداری کو اپنی غربت سے پہلے، اور فراغت کو اپنی مشغولیت سے پہلے، اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے[4]۔" اس روایت میں آپ ﷺ نے پانچ چیزوں کو نعمتوں کی فہرست میں ذکر کیا ہے ان میں سے ایک نعمت صحت بھی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر انسان کے پاس سب کچھ ہیں لیکن یہ نعمت اس کو میسر نہیں تو وہ دنیا کی دوسری نعمتوں سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ اس لیے انسان کو چاہئے کہ وہ اس نعمت کی قدر کرے اور ہر وقت اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے، اور اس کے ساتھ ساتھ شریعت نے انسان کو اپنی صحت کی حفاظت کا بھی حکم دیا ہے اور اس نعمت کی حفاظت ہر انسان کا فرضِ منصبی (Duty) قرار دیا ہے۔ یہ بات ایک اٹل حقیقت ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ایک مخلوق ہے، یہ اپنی زندگی، اپنے جسم، اپنے مال اور صحت کا مکمل طور پر مالک نہیں ہے، بلکہ ان سب چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ جس طرح چاہے انسان کو اس حالت کی طرف موڑ دے۔ انسان کی زندگی اور موت، مالداری اور غربت، خوشی اور غمی ان سب چیزوں کا مالک وہ اکیلا ہی ہے۔

---

[4] "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِرَجُلٍ وَهُوَيَعِظُهُ: " اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاءَكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ ۔ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ ۔"حاکم محمد بن عبداللہ نیشاپوری، **المستدرک علی الصحیحین** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۱ھ، ۱۹۹۰ء)، ۴: ۳۴۱

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" اور وہ ہنساتا ہے اور رلاتا ہے، اور وہ مارتا اور جلاتا ہے، اور اس نے بنایا جوڑا نر اور مادہ، ایک نطفے سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے، اور اس کے ذمے ہے دوسری دفعہ اٹھانا، اور وہ مالدار اور فقیر بناتا ہے[5]۔ "اسی طرح ارشاد ہے کہ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہ (خدا) ہی مجھے شفا دیتا ہے۔"[6]

ان تمام آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کسی چیز کا خود مالک نہیں ہے، اور نہ وہ خود مکمل طور پر خود مختار (Independent) ہے۔ بلکہ ان سب چیزوں پر اللہ تعالیٰ ہی کا قبضہ اور قدرت ہے وہ جب چاہے اور جس طرح چاہے انسان کو اسی حالت کی طرف موڑ دیتا ہے۔ اب جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے صحت پیدا فرمایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مختلف امراض کو بھی پیدا فرمایا ہے، اور ان دونوں کا اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے ساتھ مضبوط تعلق استوار کیا ہے۔ جس کے ذریعے اس انسان کو اللہ تعالیٰ آزماتا ہے کہ یہ صحت اور مرض دونوں حالات میں میرے ساتھ کیسا معاملہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو مرض پہنچاتا ہے تو اس کے ساتھ احکامات میں سہولت کا معاملہ فرماتا ہے، اور اس پر وہی احکامات لاگو نہیں ہوتے جو کہ ایک صحتمند شخص کے ذمے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، کہ نہیں ہے اندھے پر کوئی تکلیف، اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ بیمار پر تکلیف۔یعنی جو کام تکلیف کے ہیں وہ ان کو معاف ہیں[7]۔ اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیمار کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسانی کا معاملہ فرمایا ہے اور وہ اسی طرح اعمال اور احکام کا مکلف (Obliged) نہیں ہے جیسا کہ ایک صحتمند شخص ہوتا ہے۔ جیسا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے بواسیر (Hemorrhoid) کا مرض تھا تو میں نے نبی اکرم ﷺ سے نماز کے بارے میں

---

[5] "وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالأُنْثَى مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَى وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الأُخْرَى وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَى وَأَقْنَى۔" النجم: ۴۸

[6] "وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَيَشْفِيْنِ۔" الشعراء: ۸۰

[7] "لَيْسَ عَلَى الأَعْمَى حَرَجٌ وَلا عَلَى الأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ۔" النور: ۶۱

دریافت کیا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتے تو پھر بیٹھ کر پڑھو اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں ہے تو پھر لیٹ کر نماز پڑھو[8]۔" اس حدیث سے بیمار کے ساتھ شریعت نے جو آسانی کا معاملہ فرمایا ہے وہ واضح ہوتا ہے۔ یہ حکم صرف اس صحابی کے خاص نہیں ہے بلکہ ہر اس مریض کے لیے ہے جو صحتمند شخص کی طرح نماز پڑھ سکتا تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ جتنے بھی امراض اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں ان کے لیے شفا بھی نازل فرمائی ہے، اور انسان کو علاج معالجہ (Treat) کا حکم بھی دیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی مرض پیدا کیا، اس کی شفا بھی نازل فرمائی[9]۔" اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے جتنے بھی بیماریاں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے ان تمام کے لیے علاج کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اس لیے ہر انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیماری کے لیے اپنی وسعت کے مطابق علاج و معالجہ کا اہتمام کرے۔

صحت جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اور اسی نعمت کے حصول کے لیے علاج نہ صرف مسنون عمل ہے بلکہ شریعت میں مطلوب اور مستحسن بھی ہے، اسی طرح کسی مریض کی عیادت کے لیے جانا اور اس کے لیے دعائے صحت کرنا یہ بھی عینِ سنت ہے۔ دینِ اسلام نے زندگی کے تمام شعبہ جات کی طرح علاج معالجہ کے واسطے بھی کچھ اصول مقرر کیے ہیں۔ اس لیے بحیثیت مسلمان ان اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنا علاج و معالجہ کرنا چاہئے۔ ان اصول میں سے چند اصول وہ ہیں جو کہ احادیث میں واضح طور پر موجود ہیں۔ جیسا کہ

---

[8] "صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ۔" *محمد بن اسماعیل بخاری*، **صحیح البخاری**، بَابٌ اِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلَّى عَلَى جَنْبٍ، ۲: ۴۸

[9] "مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً۔" *محمد بن اسماعیل بخاری*، **صحیح البخاری**، بَابُ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً، ۷: ۱۲۲

ارشاد نبوی ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا ان چیزوں میں نہیں رکھی جو تم پر حرام ہیں۔"[10]

اسی طرح ایک اور روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایاہے۔ کہ آپ ﷺ نے گندی اور حرام دوا سے منع فرمایاہے۔"[11] اس قسم کی اور بھی روایات ہیں جن سے یہ اصول واضح طور پر معلوم ہوتے ہیں کہ بیماری کے لیے علاج کرنا اور دوائی لینا تو جائز ہے، لیکن ایسی دوائی لینا جس میں حرام اشیاء شامل ہوں، وہ ناجائز ہے۔ لیکن شریعت نے جس طرح تمام معاملات میں سہولت دی ہے، اور جہاں مجبوری ہوتی ہے وہاں پر اجازت دی ہے، اسی طرح کا معاملہ یہاں بھی ہے کہ اگر بیماری بڑھ جائے اور کسی مستند (Qualified) ڈاکٹر کے مشورے سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس کا علاج ایسی دوائی کے بغیر ممکن نہیں، جس میں حرام اشیاء شامل ہیں۔ تو ایسی صورت میں اس حرام دوائی کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے۔ جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں مندرجہ بالا دونوں روایات کے بعد اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ " ان دونوں احادیث میں حرام سے مراد ایسی چیز ہے جو نشہ آور ہو، یا نشہ آور تو نہ ہو لیکن اس میں ایسی چیز شامل ہوں جو گندی ہے اور یہ بھی اس وقت جب کہ ضرورت نہ ہے، اس لیے اگر ضرورت پڑ جائے تو پھر یہ بھی جائز ہے جیسا کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت پہنچی ہے واقعہ عرنیین میں، جس میں نبی ﷺ نے ان کو اس بات کی اجازت دی تھی کہ وہ اونٹوں کا دودھ اور بول پی لے۔"[12] اس لیے بعض اصول ایسے ہیں جنہیں فقہائے کرام نے مختلف روایات سے مستنبط کیے ہیں۔

---

[10] "اِنَّ اللہَ لَمْ یَجْعَلْ شِفَاءَ کُمْ فِیْمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ۔" محمد بن اسماعیل بخاری، **صحیح البخاری**، بَابُ خِرَاجِ الْحَجَّامِ، ۳: ۹۳

[11] "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ (حکم الالبانی : صحیح) ۔" محمد بن یزید ابن ماجہ، **سنن ابن ماجه**، ۲: ۱۱۴۵

[12] "فَهُمَا مَحْمُولَانِ عَلَى الْمُسْكِرِ أَوْ عَلَى غَيْرِ الْمُسْكِرِ مِمَّا يَكُونُ نَجِسًا فِي غَيْرِ حَالِ الضَّرُورَةِ، فَإِنِ اضْطُرَّ إِلَيْهِ، فَقَدْ رُوِّينَا عَنْ أَنَسٍ فِي حَدِيثِ الْعُرَنِيِّينَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لَهُمْ فِي أَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِ الْإِبِلِ وَأَبْوَالِهَا۔" احمد بن الحسین أبو بکر البیہقی، **الآداب للبيهقى**، (بیروت: مؤسسة الکتب الثقافیة، ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء)، ۱: ۲۸۷

جیسا کہ امام بیہقی نے اسی روایت سے یہ اصول اخذ کیے ہیں کہ مجبوری کی صورت میں حرام دوا کا استعمال جائز ہے۔ بشرطیکہ حلال دوا میسر نہ ہو، یا میسر ہو لیکن اس سے علاج نہ ہوتا ہو۔

اسی طرح ان روایات سے یہ اصول بھی واضح ہو جاتی ہے کہ عام حالات میں علاج معالجہ کرنا مسنون ہے، لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں علاج سنت سے بڑھ کر واجب بھی ہو جاتا ہے اور علاج نہ کرنے کی صورت میں اگر اس کے جسم کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں تو یہ آدمی گنہگار ہو گا۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ "اہل علم نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ علاج معالجہ مباح ہے؟ مستحب یا واجب؟ اور تحقیق یہ ہے کہ کچھ چیزوں سے علاج معالجہ حرام ہے اور کچھ سے مکروہ اور کچھ سے مستحب ہے اور پھر بعض صورتوں میں علاج معالجہ واجب ہے اور یہ اس صورت میں جب یقین ہو جائے کہ اس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں مثلاً اضطراری حالت میں مردار کا کھا لینا واجب ہے، کیونکہ ایسی صورتِ حال میں ائمہ اربعہ اور جمہور علما کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے۔"[13]

شریعت میں علاج معالجہ کی اہمیت اس بات سے معلوم ہوتی ہے کہ خود آنحضرت ﷺ حجامہ لگواتے اور صحابہ کرام کو اس کے ساتھ ساتھ داغ لگوانے کے بھی اجازت دیتے تھے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: "بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک پر اپنے دونوں مونڈھوں (Shoulders) کے درمیان پچھنے لگواتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ان خونوں میں سے کچھ نکال دیا کرے اور پھر وہ کسی بیماری کا علاج نہ کرے تو اس کو کوئی نقصان و ضرر نہیں پہنچے گا[14]۔" اس کے علاوہ خود آپ ﷺ کو اس مفید اور نافع فن سے بہت دلچسپی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کی اکثر کتابوں میں طب کے عنوان سے مستقل باب محدثین نے قائم کیے ہیں۔ اسی طرح بعض محدثین، شارحین، مؤرخین اور فقہاء کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی مختلف پہلوؤں پر مستقل رسالے اور کتب مدون و مرتب کیں ہیں، ان میں سے طب نبوی ﷺ پر بھی مستقل تصانیف

---

[13] احمد بن تیمیہ، مجموع فتاوٰی ابن تیمیه، ۵: ۵۳۹

[14] "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَحْتَجِمُ عَلٰى هَامَّتِهِ وَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ مَنْ اَهْرَقَ مِنْ هٰذِهِ الدِّمَآءِ فَلَا يَضُرُّهُ اَنْ لَّا يَتَدَاوٰى بِشَيْءٍ لِشَيْءٍ۔" ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ٦: ١٠

کتابوں اور رسالوں کی شکل میں مدون کیے گئے ہیں، جن میں علامہ ابن قیمؒ کی کتاب الطب النبوی کو بڑی شہرت و مقبولیت ملی ہے۔ اس کے علاوہ الطب النبوی کے نام سے علامہ شمس الدین ذھبی کی تصنیف بھی کافی شہرت رکھتی ہے۔چونکہ علاج معالجہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے ، اور انسانی زندگی کا اٹوٹ انگ (Integral Part) ہے، جس کے بغیر زندگی ناممکن ہے، اسی وجہ سے ہر وقت اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اسی اہمیت اور ضرورت کے پیشِ نظر والئی سوات [15] نے اپنی ریاست کے باشندگان کے لیے اس کے لیے اصول مقرر کیے تھے، اور ایسے حکم نامے جاری کیے تھے، جو اس زمانے کے اعتبار سے ایک ترقی یافتہ ریاست (Developed State) اور قوم کی نشانی تھیں۔ ان میں سے دس حکم نامے رواج نامۂ سوات میں قلمبند کیے گئے ہیں، ان تمام حکم ناموں کا شرعی و تحقیقی جائزہ اس فصل میں لیا جارہا ہے۔

والئی سوات کے وہ فرامین اور حکم نامے یہ ہیں:

حکم نامہ:۴۲۱ محکمۂ صحت کے ملازمین کے لیے فیس کی شرح

1۔ کسی ڈاکٹر یا کمپاوڈر کی یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ ہسپتال یا شفاخانہ کے اندر کسی قسم کی فیس یا انجکشن کی قیمت وصول کرے۔

2۔ڈاکٹر اگر پانچ میل کے اندر ہسپتال سے باہر کسی مریض کو دیکھنے کے لیے جائے تو صرف پانچ روپے فیس لے گا اور کمپاؤنڈر دو روپے لے گا۔

---

[15] "میاں گل عبد الحق بن میاں گل عبد الودود بن میاں گل عبد الخالق بن حضرت اخوند صاحبؒ،ولادت ،۱۹۰۸ء، اسلامیہ کالج پشاور سے تعلیم حاصل کی ، ۱۹۲۶ء میں ایف اے کا امتحان پاس کر کے واپس سوات آئے ، اور صرف ۱۵ سال کی عمر میں ولی عہد بن گئے ، ۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو حکمران سوات بن گئے ،۱۹۵۱ء میں اعزازی طور پر پاکستانی فوج میں بریگیڈیئر ،جب کہ ۱۹۵۵ء میں میجر جنرل کے عہدے سے نوازے گئے۔۱۵ اگست ۱۹۶۹ء ریاست سوات کے پاکستان میں ضم ہونے کے بعد حکمرانی سے دست بردار ہوئے، ۱۴ ستمبر ۱۹۸۷ء کو وفات پائی ،اور سیدو شریف میں دفن ہوئے۔" خلیل الرحمن، "**فتاوی ودودیہ کی تخریج و تحقیق**"(ایم فل مقالہ: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۸ء)، ۲۳

3۔ اگر مریض کو دیکھنے کے لیے ڈاکٹر یا کمپاؤنڈر کو پانچ میل سے زیادہ جانا پڑے تو ڈاکٹر کی فیس دس روپیہ ہو گی اور کمپاؤنڈر کی چار روپیہ ہو گی۔

4۔ ڈاکٹر کی سواری کا انتظام مریض کے ذمہ ہو گا۔

5۔ کمپاؤنڈر سے مراد وہ کمپاؤنڈر ہے جو شفاخانے کا انچارج ہو۔

6۔ یہ اطلاع اس لیے دی جاتی ہے تا کہ پبلک کو یہ معلوم ہو کہ واجبی قانون ہے اور اس پر عمل نہ کرنے والے کے خلاف پبلک کو رپورٹ کرنے کا حق حاصل ہے۔[16] ۱۹۵٦-٠٦-٢٨

شرعی جائزہ:

یہ حکم نامہ کئی قسم کے امور پر مشتمل ہے، ان میں سے پہلا حکم یہ ہے کہ کسی ڈاکٹر یا کمپاونڈر کے لیے یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ ہسپتال میں کسی قسم کی فیس یا انجکشن کی قیمت وصول کرے۔ ڈاکٹر اور کمپاؤنڈر کے لیے اگرچہ فی نفسہ فیس لینا جائز ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کی ایک روایت ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے حجامہ لگوایا اور اس کی رقم بھی ادا فرمائی۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حجامہ لگوایا اور اس کی رقم بھی عطا فرمائی[17]۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ڈاکٹر، طبیب اور کمپاؤنڈر کے لیے فیس لینا جائز ہے۔ جس کی واضح دلیل آپ ﷺ کا عمل مبارک ہے۔

لیکن چونکہ ڈاکٹر اور کمپاونڈر کی حیثیت اجیر خاص کی ہے اور ان کے لیے باقاعدہ تنخواہ مقرر ہوتی ہے، اور وہ اس وقت میں اپنا کوئی ذاتی کام نہیں کر سکتا، اس لیے اس وقت میں اس کے لیے فیس لینا یا انجکشن کی قیمت وصول کرنا صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے " کہ اجیر خاص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مقررہ وقت میں کسی اور کے لیے کام اور ملازمت کرے، اور اگر کوئی کام کرے تو اس کے کام کے بقدر اس کی اجرت

---

[16] غلام حبیب خان، **رواج نامہ سوات**، ۲۱۸

[17] "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الحَجَّامَ۔" محمد بن اسماعیل بخاری، **صحیح البخاری**، بَابُ خِرَاجِ الْحَجَّامِ، ۳: ۹۳

سے کٹوتی کی جائے گی[18]۔" تو یہاں پر بھی چونکہ اس کی حیثیت اجیر خاص کی ہے اس لیے اس کی فیس لینا یا انجکشن کی قیمت وصول کرنا ذاتی کام کے زمرے میں آتا ہے اس لیے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ پس یہ حکم شریعت کے موافق ہے۔

اس حکم نامے میں دوسرے اور تیسرے حکم کا تعلق فیس کے ساتھ ہے کہ ڈاکٹر اگر پانچ میل کے اندر ہسپتال سے باہر کسی مریض کو دیکھنے کے لیے جائے تو صرف پانچ روپے فیس لے گا اور کمپاؤنڈر دو روپے لے گا۔ اور اگر مریض کو دیکھنے کے لیے ڈاکٹر یا کمپاؤنڈر کو پانچ میل سے زیادہ جانا پڑے تو ڈاکٹر کی فیس دس روپیہ ہو گی اور کمپاؤنڈر کی چار روپیہ ہو گی۔ اس میں ایک جانب تو فیس لینے کا حکم ہے اور فیس کے بارے میں جیسا کہ ابھی روایت گزر گئی کہ فیس لینا شریعت کے حکم کے موافق ہے۔ جب کہ دوسری جانب اس حکم نامے میں مخصوص فاصلے کے لیے مخصوص فیس کی تعین ہے۔ تو اس کا تعلق انتظامی امور کے ساتھ ہے۔ اور انتظامی امور کے بارے میں حکمران وقت کی تابعداری کرنا اور اس کی نافرمانی سے احتراز کرنا شریعت کی رو سے لازم قرار دی جاتی ہے۔[19] جیسا کہ رد المختار میں ابن عابدین نے نقل کیا ہے کہ:[20] کہ حکمران وقت کا حکم نافذ العمل ہو گا یعنی اس کی تابعداری کی جائے گی اور اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔

اس حکم نامے میں ان امور کے علاوہ تین امور اور بھی مذکور ہیں جو کہ درجہ ذیل ہیں:

ڈاکٹر کی سواری کا انتظام مریض کے ذمہ ہو گا۔

کمپاؤنڈر سے مراد وہ کمپاؤنڈر ہے جو شفاخانے کا انچارج ہو۔

---

[18] "وَلَيْسَ لِلْخَاصِّ أَنْ يَّعْمَلَ لِغَيْرِهِ وَلَوْ عَمِلَ نَقَصَ مِنْ أُجْرَتِهِ بِقَدْرِ مَا عَمِلَ (فتاوى النوازل)۔"ابن عابدین، **رد المختار**،٦: ٧٠

[19] اشرف علی تھانوی، **اسلام اور سیاست**،٢١٩

[20] "(قَوْلُهُ : أَمْرُ السُّلْطَانِ إنَّمَا يَنْفُذُ) أَيْ يُتَّبَعُ وَلَا تَجُوزُ مُخَالَفَتُهُ۔"ابن عابدین، **رد المختار**،٥: ٤٢٢

یہ اطلاع اس لیے دی جاتی ہے تاکہ پبلک کو یہ معلوم ہو کہ واجبی قانون ہے اور اس پر عمل نہ کرنے والے کے خلاف پبلک کو رپورٹ کرنے کا حق حاصل ہے۔ مندرجہ بالا تینوں امور کا تعلق بھی انتظامی امور کے ساتھ ہے۔ اور اس کے بارے میں شریعت کی واضح ہدایت یہ ہے کہ جب تک حکمران شریعت کے خلاف حکم نہ دے تو اس کی اطاعت لازم ہے، جیسا کہ احکام القرآن میں ہے: یہ حکم یعنی امیر کی اطاعت اس صورت کے ساتھ مختص ہے جب اس کا یہ حکم شریعت کے خلاف نہ ہو، جس پر آیت کا سیاق وسباق دلالت کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو امیروں اور حکمرانوں کی اطاعت کا حکم عدل کے بعد دیا ہے، جس میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کی اطاعت اس وقت واجب ہے جب تک یہ لوگ خود شریعت پر عمل پیرا ہوں۔"[21] اس تمام تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر کسی مسئلہ میں شریعت کا واضح حکم یا صریح نہی موجود ہو تو اس صورت میں شریعت کی پیروی لازم ہوگی اور کسی صورت میں اس کی خلاف ورزی جائز نہ ہوگی۔ اور جن مسائل کا تعلق انتظامی امور کے ساتھ ہو تو اس میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب تک یہ حکمران شریعت کے خلاف حکم نہ دے اس وقت تک حکمران وقت کا اتباع لازم ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں خلاف شرع کوئی امر نہیں ہے اس لیے یہ مسئلہ بھی شریعت کے موافق ہی سمجھا جائے گا۔

حکم نامہ: ۴۲۲ انگریزی ادویہ فروخت کرنے کے لیے اجازت نامہ ضروری ہے

تمام ریاست میں کسی شخص کو، ماسوائے اُن کے جن کے پاس ہمارا اجازت نامہ موجود ہو، انگریزی ادویہ بیچنے کی اجازت نہیں ہے۔

ڈائریکٹر صحت کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کو مبلغ سو روپیہ تک جرمانہ کرے۔[22] ۰۳-۰۶-۱۹۶۴

---

[21] "وَ هٰذَا الْحُكْمُ أَيْ وُجُوْبُ طَاعَةِ الْأَمِيْرِ يُخْتَصُّ بِمَا إِذَا لَمْ يُخَالِفْ أُمْرُهُ الشَّرْعُ، يَدُلُّ عَلَيْهِ سِيَاقُ الْآيَةِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَمَرَ النَّاسَ بِطَاعَةِ أُوْلِي الْأَمْرِ بَعْدَ مَا أَمَرَهُمْ بِالْعَدْلِ، فِي الْحُكْمِ تَنْبِيهًا عَلٰى أَنَّ طَاعَتُهُمْ وَاجِبَةٌ مَادَامُوا عَلَى الْعَمَلِ۔" ظفر احمد عثمانی، **احکام القرآن**، (کراچی: ادارۃ القرآن، س، ن)، ۲: ۲۹۱

[22] غلام حبیب خان، **رواج نامہ سوات**، ۲۱۸

شرعی جائزہ:

اس حکم نامے میں والئی سوات نے دوائی فروخت کرنے کے لیے اجازت نامہ کی شرط لگائی ہے۔ چونکہ علاج معالجہ کا تعلق انسانی جسم کے ساتھ ہے، اور اس کو انتہائی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اگر علاج معالجہ اچھے طریقے اور اصول کے موافق ہو تو یہ صحت کا باعث ہو گا، لیکن اگر یہ اصول کے مطابق نہ ہو تو بسا اوقات یہ انسانی زندگی کے لیے جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ پھر شریعت کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ علاج معالجہ کی اجازت صرف اس شخص کو ہے جس نے باقاعدہ اس کا کورس کیا ہو اور اس کی ٹریننگ حاصل کی ہو، اور جس کو باقاعدہ طور پر حکومت کی طرف سے اجازت نامہ ملا ہو۔ اس لیے حدیث میں بھی ایسے طبیب کو جس کو اس فن میں مہارت حاصل نہ ہو تو نقصان کی صورت میں اس کو ضامن قرار دیا گیا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، یعنی اگر ایسے شخص نے کسی شخص کا علاج کیا جس کو اس فن میں اس سے پہلے تجربہ نہ ہو اور اس نے کسی شخص کو نقصان پہنچایا تو وہ ضامن ہو گا۔"[23] اس حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ علاج ایسے شخص کو کرنا چاہیے جس کو اس فن میں کچھ تجربہ بھی حاصل ہو، جس کے لیے عرف میں باقاعدہ طور پر ایک کورس متعارف کرایا گیا ہے اور دنیا کے پورے ممالک میں اس کورس کو علاج معالجہ کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔ اسی حدیث کی تشریح میں ابن قیم جوزی نے اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ "اگر کوئی مریض ایسے طبیب سے علاج کروائے جو اپنے فن سے ناواقف ہو اور اس کو نقصان پہنچائے۔ تو اگر نقصان پہنچائے ہوئے شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس شخص کے پاس علم طب نہیں ہے اور اس نے پھر بھی اس کو علاج کرنے کی اجازت دی ہے تو اس صورت میں علاج کرنے والے ضامن نہ ہو گا۔ تو یہ کلام اس حدیث کا مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے مریض کو دھوکہ دے کر اپنے آپ کو طبیب ظاہر کیا ہو، اور وہ حالانکہ وہ طبیب نہیں تھا۔ لیکن اگر مریض کو اس بات کا علم ہو کہ وہ طبیب ہے اور اس کو اپنے علاج

[23] "مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ الطِّبُّ قَبْلَ ذَلِكَ فَهُوَ ضَامِنٌ۔(قَالَ الْأَلْبَانِی حَدِيْثٌ حَسَنٌ) محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجه، ۲: ۱۱۴۸

کرنے کی اجازت دے دی، تو اس صورت میں اگر طبیب کے علاج کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچ گیا تو وہ ضامن ہو گا، اسی طرح اگر اس مریض کے لیے کوئی دوا تجویز کی اور اس مریض کو پتہ ہو کہ یہ دوا اس نے میرے لیے اس فن میں مہارت کے ساتھ تجویز کی ہے اب اگر اس کے اس دوا کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچ گیا، تو اس صورت میں یہ طبیب ضامن ہو گا۔ اور حدیث سے مراد ایسا ہی شخص ہے۔"[24]

جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر کسی ایسے شخص نے کسی مریض کا علاج کیا اور اپنے آپ کو اس فن میں ماہر ظاہر کیا، حالانکہ اس کو اس فن میں مہارت نہیں تھی، تو نقصان کی صورت میں یہ شخص باقاعدہ طور پر ضامن ہو گا۔ لہذا علاج کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے باقاعدہ طور اس فن کا علم ہو، اسی روایت کی روشنی میں والئی سوات نے بھی علاج معالجہ کے لیے فن کی مہارت ضروری قرار دیا تھا، اور ایسے شخص کے لیے جو انگریزی دوا فروخت کرے اس کے لیے حکومت کی طرف سے اجازت نامہ لازم قرار دیا۔ پس یہ حکم نامہ بھی شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ: ۴۲۳ مارفین بغیر مستند ڈاکٹر کی چھٹی کے بغیر فروخت نہیں کی جاسکتی

ہر دوا فروش کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ مارفین بغیر کسی مستند ڈاکٹر کی چھٹی کے دوسرے آدمی پر فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر کسی نے اس کی خلاف ورزی کی تو مبلغ پانچ سو روپیہ جرمانہ ادا کرے گا۔[25]

از رجسٹر تحصیل ڈگر ۱۹۶۰-۱۱-۲۸

---

[24] "مُطَبِّبٌ جَاهِلٌ بَاشَرَتْ يَدُهُ مَنْ يَطِبُّهُ، فَتَلِفَ بِهِ، فَهَذَا إِنْ عَلِمَ الْمَجْنِيُّ عَلَيْهِ أَنَّهُ جَاهِلٌ لَا عِلْمَ لَهُ، وَأَذِنَ لَهُ فِي طِبِّهِ لَمْ يَضْمَنْ، وَلَا تُخَالِفُ هَذِهِ الصُّورَةُ ظَاهِرَ الْحَدِيثِ، فَإِنَّ السِّيَاقَ وَقُوَّةَ الْكَلَامِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ غَرَّ الْعَلِيلَ، وَأَوْهَمَهُ أَنَّهُ طَبِيبٌ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ، وَإِنْ ظَنَّ الْمَرِيضُ أَنَّهُ طَبِيبٌ، وَأَذِنَ لَهُ فِي طِبِّهِ لِأَجْلِ مَعْرِفَتِهِ، ضَمِنَ الطَّبِيبُ مَا جَنَتْ يَدُهُ، وَكَذَلِكَ إِنْ وَصَفَ لَهُ دَوَاءً يَسْتَعْمِلُهُ، وَالْعَلِيلُ يَظُنُّ أَنَّهُ وَصَفَهُ لِمَعْرِفَتِهِ وَحِذْقِهِ فَتَلِفَ بِهِ، ضَمِنَهُ، وَالْحَدِيثُ ظَاهِرٌ فِيهِ أَوْ صَرِيحٌ"۔ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزی، **زاد المعاد فی سنن ہدی خیر العباد**، ۴: ۱۲۹

[25] غلام حبیب خان، **رواج نامہ سوات**، ۲۱۹

شرعی جائزہ:

مارفین ایک مخصوص قسم کی دوا ہے، جو شدید درد میں استعمال ہوتی ہے، چونکہ ایک نشہ آور دوا ہے ،جو بطورِ دوا کے استعمال ہوتا ہے، اس قسم کی دوا کے بارے میں فقہائے کرام کا متفقہ فتویٰ یہ ہے کہ اگر کوئی متبادل دوا نہ ملے، یا اس کے حصول کی طاقت نہ ہو یا اس کی تلاش تک مرض کے بڑھ جانے اور شدت اختیار کرنے کا غالب گمان ہو تو بقدرِ ضرورت اس کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے کہ "نہایہ میں حرام چیز کے ساتھ علاج کرنا جائز قرار دیا ہے، جب کوئی مسلمان طبیب اس بات کی خبر دے کہ اس میں شفا ہے اور اس کی قائم مقام کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے علاج ہو سکے۔"[26] اسی طرح بحوث فی قضایا فقھیہ معاصرہ میں یہ عبارت نقل کی گئی ہے کہ "بے شک وہ تمام پینے کی چیزیں شربت اور دوائیاں وغیرہ، جو انگور اور کھجور کے علاوہ کسی اور چیز سے بنی ہوں تو وہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمھما اللہ کے نزدیک تقویت اور دوائی کے لیے حلال ہیں، اگرچہ نشہ آور ہوں۔ لیکن امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی چیزیں حرام ہیں اور اگر یہ اس مقدار کو پہنچے جو نشہ آور ہوں تو اس صورت میں اس پر حد بھی جاری کیا جائے گا۔"[27] اور یہی قول صحیح ہے۔ ان اشیاء کے علاوہ جن سے شراب بنائی جاتی ہے، اگر ایسی چیزیں نشہ آور ہوں مثلاً بھنگ اور افیون وغیرہ تو ان کا استعمال حرام ہے۔ لیکن یہ اگر یہ چیزیں صرف بطور دوا کے مستعمل ہو تو پھر یہ جائز ہوں گے، کیونکہ ان چیزوں کی حرمت دلیل قطعی سے نہیں ہے بلکہ صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ نشہ آور ہے اور ضرر پہنچاتی ہیں، اور جب یہ علت ختم ہو گئی جیسا کہ یہاں بطور دوا کے مستعمل ہے تو اس کی حرمت بھی ختم ہو گی۔ جیسا کہ وھبۃ الزحیلی نے اپنی کتاب الفقہ الاسلامی میں یہ عبارت نقل فرمائی ہے کہ "ہر وہ چیز حرام ہے جو عقل پر پردہ ڈالدے مائع شراب کے علاوہ، (کیونکہ ان میں عقل پر پردہ

---

[26] "وَجَوَّزَ فِي النِّهَايَةِ بِمُحْرَمٍ إِذَا أَخْبَرَهُ طَبِيْبٌ مُسْلِمٌ انَّ فِيْهِ شِفَاءٌ وَلَمْ يَجِدْ مُبَاحاً يَقُوْمُ مَقَامَهُ۔" ابن عابدین شامی، رد المحتار، ۵: ۳۴۹

[27] "لِاَنَّ الْاَشْرِبَةَ الْمُتَّخَذَةَ مِنْ غَيْرِالْعِنَبِ وَ التَّمَرِ تَحِلُّ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَ اَبِیْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا الله بِقَصْدِ التَّقَوّیْ اَوِالتَّدَاوِیْ ---------مَا لَمْ تَبْلُغْ حَدَّ الْاِسْكَارِ"۔ تقی عثمانی، بحوث فی قضايا فقهية معاصرة، ۱: ۳۲۶

ڈالنا شرط نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض بغیر نشہ کے بغیر بھی حرام ہیں) جیسا کہ بھنگ اور افیون وغیرہ، اور ان میں سے ایسی تھوڑی مقدار جو بدن کے لیے نفع بخش ہو، تو وہ حلال ہے، اسی طرح وہ تمام چیزیں جو انسان کو حواس باختہ کر دے تو ان کا استعمال دوائی وغیرہ کے لیے جائز ہے۔ کیونکہ اس کی حرمت خود اپنی ذات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اس کے نقصان پہنچانے کی وجہ سے ہے۔"[28] ان عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی دوائیوں کا استعمال تو جائز ہے۔ لیکن جب ان دوائیوں کے عام استعمال سے انسانی جسم کا نقصان پہنچنے کو قوی اندیشہ ہو تو اس صورت میں یہ حرام ٹھہریں گی، اس لیے والئی سوات نے بھی اس کے نقصان کے سبب اس قسم کی چیزوں کے عام استعمال پر پابندی عائد کی تھی، تاکہ ریاست کے تمام افراد اس کے غلط استعمال اور اس کے نقصانات سے محفوظ رہے۔ اسی احتیاط کی بنا پر والئی سوات نے مجبوری کی حالت میں اس کے استعمال کے لیے مخصوص اور مستند ڈاکٹر کی اجازت کی شرط لگائی تھی اور خلاف ورزی کی صورت میں ۵۰۰ روپیہ جرمانہ کا حکم صادر فرمایا ہے۔ بہر حال یہ معلوم ہوا کہ والئی سوات کا یہ حکم شریعت کے موافق بھی ہے۔ اور ساتھ ساتھ اس کی خلاف ورزی میں انسانی جسم کے فساد اور نقصان کا اندیشہ بھی ہے اس لیے اس قسم کے حکم کی خلاف ورزی نہ صرف قانوناً بلکہ شرعاً بھی جرم تصور کیا جائے گا۔ اس حکم نامہ میں دوسرا حکم جرمانہ کے بارے میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اس حکم نامہ کی مخالفت کی تو اس کو ۵۰۰ روپیہ جرمانہ ادا کرنا ہوگا اور جرمانہ کا شرعی حکم اس سے پہلے کئی مختلف حکم ناموں کے ذیل میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ ابن عابدین نے یوں نقل کیا ہے۔ کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ حکمران کے لئے تعزیر بالمال جائز ہے۔ اور صاحبین اور باقی ائمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لیکن مفتی بہ قول یہ ہے کہ تعزیر بالمال جائز ہے۔"[29]

---

[28] "يَحْرُمُ كُلُّ مَايُزِيْلُ الْعَقْلَ مِنْ غَيْرِ الْاَشْرِبَةِ الْمَائِعَةِ كَالْبَنْجِ وَالْحَشِيْشَةِ وَالْاَفِيُوْنِ --------- وَ يَحِلُّ الْقَلِيْلُ النَّافِعُ مِنَ الْبَنْجِ وَسَائِرِ الْمُخَدَّرَاتِ لِلتَّدَاوِىْ وَنَحْوِهِ لِاَنَّ حُرْمَتَهُ لَيْسَتْ لِعَيْنِهِ وَ اِنَّمَا لِضَرَرِهِ "۔ وھبۃ الزحیلی، **الفقة الاسلامی وادلته،٦: ١٦٦**

[29] "وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ يَجُوزُ التَّعْزِيرُ لِلسُّلْطَانِ بِأَخْذِ الْمَالِ. وَعِنْدَهُمَا وَبَاقِي الْأَئِمَّةِ لَا يَجُوزُ۔" *محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین*، **رد المحتار علی الدر المختار،٤: ٦١**

جیسا کہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ کہ "تعزیر بالمال کے بارے میں علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اس قسم کے مسائل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب میں رائج ہیں۔ اور بعض مسائل امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب میں بھی رائج ہیں۔ اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ مال کی صورت میں سزائیں منسوخ ہیں تو انہوں نے ائمہ کرام کے مذاہب کو نقلا اور استدلالاً غلط سمجھا ہے۔ اور تعزیر بالمال کے نسخ کا دعویٰ اتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین اور کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعزیر بالمال کے بارے میں فیصلے کرنا ان لوگوں کے نسخ کے دعویٰ کو مسترد کرتا ہے۔"[30] ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہوا کہ تعزیر بالمال جائز ہے۔ لہٰذا والئی سوات کا یہ حکم بھی شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ: ۴۲۴ نشہ آور ادویات کی فروخت

جس کسی ڈرگسٹ کیمسٹ کے پاس نشہ آور ادویات مثلاً دیسی شراب، سپرٹ، زنجیریں، مارفین کے انجکشن پائے گئے تو اس کا ڈرگسٹ کیمسٹ کا لائسنس ضبط ہوگا اور اسے مبلغ پانچ سو روپیہ جرمانہ کیا جائے گا۔[31]

شرعی جائزہ:

اس حکم نامے میں والئی سوات نے جو حکم صادر کیا تھا، کہ "جس کسی ڈرگسٹ کیمسٹ کے پاس نشہ آور ادویات مثلاً دیسی شراب، سپرٹ، زنجیریں، مارفین کے انجکشن پائے گئے تو اس کا ڈرگسٹ کیمسٹ کا لائسنس ضبط ہوگا اور اسے مبلغ پانچ سو روپیہ جرمانہ کیا جائے گا۔" تو اس میں سے مارفین کے حکم کے بارے میں شرعی نقطہ نظر اس سے پہلے حکم نامے میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ اس حکم نامہ میں مارفین کے علاوہ دیسی شراب،

---

[30] "قَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ الْجَوْزِيَّةِ وَأَكْثَرُ هَذِهِ الْمَسَائِلِ شَائِعَةٌ فِي مَذْهَبِ أَحْمَدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔ وَبَعْضُهَا شَائِعٌ فِي مَذْهَبِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔ وَمَنْ قَالَ: إِنَّ الْعُقُوبَةَ الْمَالِيَّةَ مَنْسُوخَةٌ فَقَدْ غَلَّطَ مَذَاهِبَ الْأَئِمَّةِ نَقْلًا وَاسْتِدْلَالًا، وَلَيْسَ يَسْهُلُ دَعْوَى نَسْخِهَا وَفِعْلُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَأَكَابِرِ الصَّحَابَةِ لَهَا بَعْدَمَوْتِهِ ﷺ مُبْطِلٌ لِدَعْوَى نَسْخِهَا۔"

ابراہیم بن محمد بن فرحون، **تبصرۃ الحکام**، ۳: ۳۵۳

[31] غلام حبیب خان، **رواج نامہ سوات**، ۲۱۹

سپرٹ، اور زنجیریں بھی مذکور ہیں، کہ ان تمام اشیاء کے انجکشن بیچنا ممنوع ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں چونکہ نشہ آور ہیں اور انسانی جسم کو نقصان پہنچانے والی ہیں اور ایسی چیزیں جو نشہ آور ہوں، ایسی چیزوں کا استعمال شریعت میں ممنوع ہے۔ ہر وہ چیز حرام ہے جو عقل پر پردہ ڈالدے مائع شراب کے علاوہ، (کیونکہ ان میں عقل پر پردہ ڈالنا شرط نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض بغیر نشہ کے بغیر بھی حرام ہیں) جیسا کہ بھنگ اور افیون وغیرہ۔"[32] اگر چہ یہ اشیاء ایسی ہیں جس کی قلیل مقدار عقل کو نقصان نہیں پہنچاتی، بلکہ اس کی کثیر مقدار عقل کو زائل کرتی ہے، اور ایسی اشیاء جن کی کثیر مقدار نشہ آور ہوں تو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے، کہ " جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو تو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے [33]۔" اس حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ایسی تمام اشیاء جن کی کثیر مقدار نشہ آور ہو تو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ اور یہ بھی شریعت کا ایک مسلم مسئلہ ہے کہ جو چیزیں حرام ہیں، تو ان بیچنا بھی حرام ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "بے شک جس ذات نے اس کا پینا حرام قرار دیا ہے تو اسی نے اس کا بیچنا بھی حرام قرار دیا ہے۔[34] خاص کر ایسے اشیاء جو حرام بھی ہوں اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہ ہو۔ فقہائے کرام نے اپنی عبارت سے یہ مسئلہ یوں نقل فرمایا ہے کہ " جس چیز کا کھانا اور اس کا استعمال کرنا مکروہ ہو، تو اسی چیز کی خرید و فروخت بھی مکروہ ہو گی، اور ایسی چیز جس سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج نہ ہو تو اس کے بیچنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔"[35] اس عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایسی اشیاء جن کے استعمال سے کوئی نقصان نہ ہو اور نہ اس میں کسی فساد کا اندیشہ ہو تو اگر چہ وہ چیز بذاتہ مکروہ ہو، تو پھر بھی اس کا

---

[32] "يَحْرُمُ كُلُّ مَايُزِيْلُ الْعَقْلَ مِنْ غَيْرِ الأَشْرِبَةِ الْمَائِعَةِ كَالْبَنْجِ وَالْحَشِيْشَةِ وَالأَفِيُوْنِ"وھبۃ الزحیلی، **الفقة الاسلامی وادلته**،٦: ١٦٦

[33] "مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ، فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ(قَالَ الأَلْبَانِي هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔"ابوداؤد سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داؤد**،٣: ٣٢٧

[34] "اِنَّ الَّذِى حَرَّمَ شُرْبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا۔" مسلم بن الحجاج قشیری، **صحیح مسلم**،٣: ١٢٠٦

[35] " كُلُّ شَىْءٍ كُرِهَ اَكْلُهُ وَالاِنْتِفَاعُ بِهِ عَلَى وَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ فَشِرَاؤُهُ وَبَيْعُهُ مَكْرُوْهٌ، وَكُلُّ شَىْءٍ لَا بَأْسَ بِالْاِنْتِفَاعِ بِهِ فَلَا بَأْسَ بِبَيْعِهِ محمد صدقی بن احمد، **موسوعة القَواعِد الفِقْهيَّة**،(بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ١٤٢٤ھ، ٢٠٠٣ء)٨: ٤٣٧

بیچنا جائز ہو گا۔ لیکن اگر وہ چیز نقصان دہ ہو اور اس میں کسی فساد اور خرابی کا اندیشہ ہو تو ایسی چیز کے بیچنا بھی مکروہ ہو گا۔ چونکہ حکم نامہ ہذا میں جتنی بھی اشیاء مذکور ہیں، وہ تمام نقصان دہ ہیں اور اس کا ظاہری کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لیے ان تمام اشیاء کا بیچنا بھی بلاضرورت مکروہ ہے۔ اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ والئی سوات کا یہ حکم نامہ بھی شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ:۴۲۵ بغیر سرٹیفیکیٹ کے علاج معالجہ کرنا

اگر کسی نے طیبہ کالج دہلی، طیبہ کالج لاہور یا حکومتِ پاکستان کے محکمۂ صحت کے تھرڈ گریڈ کمپاونڈری کا امتحان پاس نہیں کیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ محکمۂ صحت سوات کے سیکنڈ گریڈ کمپاؤنڈ کا امتحان پاس کرے۔ بہ صورتِ دیگر سوات میں ڈاکٹری یا یونانی طریقۂ علاج سے کام کرنے کا مجاز نہ ہو گا۔ سند لینے کی میعاد آج سے دو سال تک مقرر کی گئی۔ جن لوگوں کے پاس سند موجود ہے مگر مذکورہ بالا میعاد کے اندر اندر اس نے سرٹیفیکیٹ حاصل نہیں کیا تو ان کے سندات ضبط کئے جائیں گے۔[36] ۱۹۶۱-۱۱-۱۷

شرعی جائزہ:

اس حکم نامے میں والئی سوات نے علاج معالجہ کے لیے مخصوص سرٹیفیکیٹ کی شرط لگائی ہے اس کی پوری تفصیل حکم نامہ ۴۲۲ کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ چونکہ علاج معالجہ کا تعلق انسانی جسم کے ساتھ ہے، اور اس کو انتہائی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اگر علاج معالجہ اچھے طریقے اور اصول کے موافق ہو تو یہ صحت کا باعث ہو گا، لیکن اگر یہ اصول کے مطابق نہ ہو تو بسا اوقات یہ انسانی زندگی کے لیے جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔لہذا علاج کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کو باقاعدہ طور اس فن کا علم ہو، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اگر ایسے شخص نے کسی شخص کا علاج کیا جس کو اس فن میں اس سے پہلے تجربہ نہ

[36] غلام حبیب خان، **رواج نامہ سوات**، ۲۱۹

ہو اور اس نے کسی شخص کو نقصان پہنچایا تو وہ ضامن ہو گا۔"[37] اس حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ علاج ایسے شخص کو کرنا چاہئے جس کو اس فن میں کچھ تجربہ بھی حاصل ہو، جس کے لیے عرف میں باقاعدہ طور پر ایک کورس متعارف کرایا گیا ہے، جس کا تعین والئی سوات نے خود فرمائی ہے۔ اور علاج معالجہ کے لیے فن کی سرٹیفیکیٹ کو ضروری قرار دیا تھا۔ پس یہ حکم نامہ بھی شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ:۴۲۶ پرائیویٹ حکیم کو انجکشن لگانے کی اجازت نہیں

جو ڈاکٹر و حکیم پرائیویٹ طور پر پریکٹس کر رہے ہیں، وہ حکمران کے سابقہ اجازت نامے پر بہ دستور کام کرتے رہیں گے مگر انہیں کسی کو انجکشن لگانے کی اجازت نہیں۔ اگر وہ انجکشن لگانا چاہیں تو وہ ڈائریکٹر محکمۂ صحت سوات سے اجازت حاصل کر کے ایسا کر سکتے ہیں۔[38] از رجسٹر تحصیل ڈگر ۱۹۶۲-۰۵-۰۴

شرعی جائزہ:

اس حکم نامے میں والئی سوات نے علاج کے لیے اجازت نامہ کی شرط لگائی ہے جب کہ ایسے لوگوں کے انجکشن لگانے پر پابندی لگائی ہے۔ اور جو انجکشن لگانا چاہے تو اس کے لیے ڈائریکٹر محکمۂ صحت سوات سے اجازت کی شرط لگائی ہے۔ چونکہ انجکشن کو علاج معالجہ میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے اس لیے اس کے لیے خاص اجازت کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ اور علاج معالجہ کے لیے مخصوص اجازت نامہ کا حکم اس سے پہلے حکم نامہ میں اور اسی طرح حکم نامہ ۴۲۲ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔[39] جس کے لیے بطور استدلال آپ ﷺ کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے۔ کہ اگر ایسے شخص نے کسی شخص کا علاج کیا جس کو اس فن میں اس سے پہلے تجربہ نہ ہو اور اس نے کسی

---

[37] "مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ الطِّبُّ قَبْلَ ذَلِكَ فَهُوَ ضَامِنٌ۔(قَالَ الْأَلْبَانِي حَدِيْثٌ حَسَنٌ) "۔ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجه،۲: ۱۱۴۸

[38] غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ۲۱۹

[39] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے، **مقالہ ھذا**، حکم نامہ:۴۲۲

شخص کو نقصان پہنچایا تو وہ ضامن ہو گا۔"[40] اس حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ علاج معالجہ ایسے شخص کو کرنا چاہیئے جس کو اس فن میں کچھ مہارت بھی حاصل ہو، جس کے لیے عرف میں باقاعدہ طور پر ایک کورس متعارف کرایا گیا ہے، جب کہ والئی سوات نے بعض مقامات میں اس کے لیے مخصوص کورس مشروط کی تھی جیسا کہ حکم نامہ ۴۲۵ میں ہے اور بعض اوقات مخصوص اجازت نامہ کی شرط لگائی تھی، جیسا کہ حکم نامہ ہذا اور حکم نامہ ۴۲۲ میں ہے۔ اس کے علاوہ اس طرح کے حکم کو انتظامی امور کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے اور انتظامی امور کے بارے میں حکمران وقت کی تابعداری کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب تک حکمران شریعت کے خلاف حکم نہ دے تو اس کی اطاعت لازم ہے، جیسا کہ احکام القرآن میں ہے کہ "یہ حکم یعنی امیر کی اطاعت اس صورت کے ساتھ مختص ہے جب اس کا یہ حکم شریعت کے خلاف نہ ہو، جس پر آیت کا سیاق وسباق دلالت کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو امیروں اور حکمرانوں کی اطاعت کا حکم عدل کے بعد دیا ہے، جس میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کی اطاعت تب تک واجب ہے جب تک یہ لوگ خود شریعت پر عمل پیرا ہوں اور شریعت کے مخالف حکم نہ دے۔"[41]

یہ حکم بھی ایسا ہی ہے جس میں شریعت کی کوئی مخالفت نہیں ہے، لہٰذا یہ حکم نامہ بھی شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ: ۴۲۷ خطائی حکیم

آج بدیں طور حکم موصول ہوا کہ جو خطائی (کابلی) حکیم علاقے میں پھرتے ہیں اور لوگوں کو دوائیاں فروخت کرتے ہیں یا فال بینی کرتے ہیں، آئندہ کے لیے ان حکیموں کو ایسا کرنے سے منع کیا جائے اور مقامی عامل ان کو گرفتار کریں۔ سب تحصیلوں کو اطلاع دی گئی۔[42] از رجسٹر تحصیل ڈگر ۱۹۶۲-۰۸-۱۷

---

[40] "مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ الطِّبُّ قَبْلَ ذَلِكَ فَهُوَ ضَامِنٌ۔(قَالَ الْأَلْبَانِي حَدِيْثٌ حَسَنٌ) "۔ محمد بن یزید ابن ماجہ، **سنن ابن ماجه**،۲: ۱۱۴۸

[41] "وَ هٰذَا الْحُكْمُ أَيْ وُجُوْبُ طَاعَةِ الْأَمِيْرِ يُخْتَصُّ بِمَا إِذَا لَمْ يُخَالِفْ أُمْرُهُ الشَّرْعَ، يَدُلُّ عَلَيْهِ سِيَاقُ الْآيَةِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى أَمَرَ النَّاسَ بِطَاعَةِ أُوْلِي الْأَمْرِ بَعْدَ مَا أَمَرَهُمْ بِالْعَدْلِ، فِي الْحُكْمِ تَنْبِيهًا عَلٰى أَنَّ طَاعَتُهُمْ وَاجِبَةٌ مَادَامُوا عَلَى الْعَمَلِ۔" ظفر احمد عثمانی، **احکام القرآن**،۲: ۲۹۱

[42] غلام حبیب خان، **رواج نامہ سوات**، ۲۲۰

شرعی جائزہ:

اس حکم نامے میں والئی سوات نے خطائی حکیم کے باری میں یہ حکم صادر فرمایاہے کہ جو خطائی (کابلی) حکیم علاقے میں پھرتے ہیں اور لوگوں کو دوائیاں فروخت کرتے ہیں یا فال بینی کرتے ہیں، آئندہ کے لیے ان حکیموں کو ایسا کرنے سے منع کیاجائے اور مقامی عامل ان کو گرفتار کریں۔ چونکہ ریاست سوات میں والئی سوات نے علاج کے لیے اجازت نامہ کی شرط لگائی تھی، جب کہ ایسے لوگوں کے علاج کرنے پر پابندی لگائی تھی جو بغیر سرٹیفیکیٹ اور بغیر اجازت نامہ کے علاج کیا کرتے تھے، اس لیے والئی سوات اپنی ریاست کے باشند گان کی صحت کی خاطر یہ اقدامات اٹھائے کہ ہر شخص کو علاج کرنے سے منع فرمایا، اور مخصوص لوگوں کو جو اس میڈیکل فن میں ماہر تھے، صرف ان کو علاج معالجہ کی اجازت دی گئی۔ چونکہ یہ خطائی حکیم میں بغیر کسی مہارت اور تجربہ کے علاج کیا کرتے تھے، اس لیے والئی سوات نے ان کے علاج کرنے پابندی عائد کی تھی، اور اسی حکم کا شرعی جائزہ اس سے پہلے حکم نامہ ۴۲۵ میں اور اسی طرح حکم نامہ ۴۲۲ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔[43] جس کے لیے بطور استدلال آپ ﷺ کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے۔ کہ "اگر ایسے شخص نے کسی شخص کا علاج کیا جس کو اس فن میں اس سے پہلے تجربہ نہ ہو اور اس نے کسی شخص کو نقصان پہنچایا تو وہ ضامن ہو گا۔"[44] جس سے یہ قطعی طور پر واضح ہوتا ہے کہ علاج معالجہ ایسے شخص کو کرنا چاہئے جس کو اس فن میں کچھ مہارت بھی حاصل ہو، جس کے لیے والئی سوات نے بعض مقامات میں اس کے لیے مخصوص کورس مشروط کی تھی جیسا کہ حکم نامہ ۴۲۵ میں ہے اور بعض اوقات مخصوص اجازت نامہ کی شرط لگائی تھی، جیسا کہ حکم نامہ ہذٰا اور حکم نامہ ۴۲۲ میں ہے۔ اس کے علاوہ اس حکم نامے میں والئی سوات کا حکم بھی شامل ہے کہ ایسے خطائی کابلی لوگ اگر فال بینی کرے تو اس سے ان کو منع کیا جائے۔ چونکہ فال بینی سے دینِ اسلام میں حرام ہے اور آپ ﷺ نے اپنی بہت سے روایات میں فال بینی کی مذمت بیان کی ہے اور ان کے بارے میں سخت سے سخت وعید بیان کی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ "جو شخص کسی فال

---

[43] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے، **مقالہ ھٰذا**، حکم نامہ: ۴۲۲

[44] "مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ الطِّبُّ قَبْلَ ذَلِكَ فَهُوَ ضَامِنٌ۔ (قَالَ الْأَلْبَانِي حَدِيْثٌ حَسَنٌ) "۔ **محمد بن یزید ابن ماجہ**، **سنن ابن ماجه**، ۲: ۱۱۴۸

نکالنے والے کے پاس آیا اور اس سے سوال کیا تو اس کی چالیس راتوں کی عبادت قبول نہ ہو گی۔[45] اسی طرح ایک اور روایت ہے جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ "جو شخص کسی فال نکالنے والے یا نجومی کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی، تو اس نے ان تمام چیزوں کا انکار کیا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہوئی ہیں[46]۔" ان دونوں احادیث سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فال بینی کرنے اور نجومی کے پاس جانا اور اس کی کسی بات کی تصدیق کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اس لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بہت تاکید کے ساتھ ایسے لوگوں کے پاس جانے اور ان کی تصدیق سے منع فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار روایات ایسی ہیں جن میں سخت وعیدیں مذکور ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ فال بینی کرنا شریعت کا منافی عمل ہے جس کی کافی مذمت بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا والئی سوات کا فال بینی کرنے والے کو منع کرنا ایسا عمل ہے جو شریعت کے عین موافق ہے۔ پس یہ حکم نامہ بھی شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ:428 سکول کے استاد کو دوافروشی کی اجازت نہیں

آج بدیں طور حکم موصول ہوا کہ جو لوگ سکول میں ماسٹر ان ہیں ان کو کیمسٹ اینڈ ڈرگسٹ کی دکان کھولنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی وہ طبابت یا ڈاکٹری کا کاروبار کریں گے۔[47]

از رجسٹر تحصیل ڈگر ۱۹۶۵-۰۴-۱۹

شرعی جائزہ:

اس حکم نامے میں والئی سوات نے سکول کے اساتذہ کے بارے میں یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ ان کو کیمسٹ اینڈ ڈرگسٹ کی دکان کھولنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی وہ طبابت یا ڈاکٹری کا کاروبار کریں گے۔ چونکہ علاج معالجہ کے لیے

---

[45] "مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً"۔ مسلم بن الحجاج قشیری، **صحیح مسلم**، ۴: ۱۷۵۱

[46] "مَنْ اَتَى عَرَّافًا اَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ فِيمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ۔ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِهِمَا جَمِيعًا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ سِيرِينَ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔" حاکم محمد بن عبد اللہ، **مستدرک علی الصحیحین**، ۱: ۴۹

[47] غلام حبیب خان، **رواج نامہ سوات**، ۲۲۰

مخصوص اجازت نامہ کا حکم شریعت کے عین موافق ہے جس کی مکمل تفصیل اور شرعی حکم حکم نامہ ۴۲۲ میں مذکور ہے۔[48] جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علاج معالجہ ایسے شخص کو کرنا چاہیئے جس کو اس فن میں کچھ مہارت بھی حاصل ہو، جس کے لیے عرف میں باقاعدہ طور پر ایک کورس متعارف کرایا گیا ہے، جس کے بعد والئی سوات کی طرف ایسے لوگوں کو اجازت نامہ مل جاتا تھا، چونکہ عام طور سکول کے اساتذہ اس کورس سے بے خبر تھے اور ان کو طب کے فن مہارت حاصل نہیں تھی اس لیے والئی سوات نے ایسے لوگوں کے کلینک کھولنے پابندی عائد کی تھی۔ پس یہ حکم بھی شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ:۴۲۹ چیچک کا ٹیکہ لگانا

اگر کسی نے چیچک کا ٹیکہ نہ لگایا اور اس کے گھر میں چیچک پھیل گئی تو اس صورت میں مبلغ پچاس روپے جرمانہ ادا کرے گا۔ اس کو چاہیئے کہ چیچک کا ٹیکہ لگوا لے۔[49] ۱۹۶۱-۰۴-۲۸

شرعی جائزہ:

اس حکم نامے میں والئی سوات نے چیچک کے بارے میں یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ اس کے لیے ٹیکہ لگوانا ضروری ہے اور جس نے ٹیکہ نہ لگوایا اور اس کے گھر میں یہ بیماری پھیل گئی، تو وہ مبلغ 50 روپیہ جرمانہ ہو گا۔ چیچک ایک متعدی بیماری ہے، جو کہ وبا کی طرح لوگوں میں پھیلتی ہے، والئی سوات نے ریاستِ سوات کے باشند گان کی حفاظت کی خاطر یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ حفاظتی تدابیر کے طور پر اس کا ٹیکہ لگوایا جائے اور جو شخص ٹیکہ نہیں لگوائے گا اور اس کے گھر میں یہ بیماری پھیل گئی تو سزا کے طور پر اس پر ۵۰ روپیہ جرمانہ عائد ہو گا۔ اس حکم نامے دو قسم کے احکامات ہیں۔ پہلا حکم چیچک کا ٹیکہ لگوانا ہے، جب کہ دوسرا حکم ٹیکہ نہ لگوانے پر جرمانہ عائد کرنا ہے۔ جرمانہ کے بارے میں تو اس سے پہلے کئی حکم ناموں میں گزر چکا ہے۔ جب کہ پہلا حکم جو کہ چیچک کے بارے میں ٹیکہ لگوانے کا ہے تو اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ یہ عام طور پر حفاظتی تدابیر کے طور پر بیماری آنے اور پھیلنے سے پہلے لگایا جاتا تھا اور حفاظتی تدابیر کے طور پر علاج کرنا شریعت کے منافی نہیں ہے، بلکہ شریعت میں اس کی اجازت ملتی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کی روایت ہے کہ جس نے صبح کے وقت عجوہ کی ساتھ کھجوریں کھالیں، تو اس پر زہر اور جادو

---

[48] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے، **مقالہ ھذا**، حکم نامہ:۴۲۲

[49] غلام حبیب خان، **رواج نامہ سوات**، ۲۲۰

اثر نہیں کرے گا۔"[50] اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ "بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک پر اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان پچھنے لگواتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ان خونوں میں سے کچھ نکال دیا کرے اور پھر وہ کسی بیماری کا علاج نہ کرے تو اس کو کوئی نقصان وضرر نہیں پہنچے گا۔"[51] ان دونوں روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیماری اور وباء سے حفاظت کے لیے بیماری آنے اور وباء پھیلنے سے پہلے احتیاط کے طور پر علاج اور پرہیز کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ پہلی روایت میں آپ ﷺ نے اپنے قول مبارک یہ ہدایت فرمائی ہے کہ جو شخص عجوہ کی سات کھجوریں صبح کے وقت کھالے تو اس کو اس دن کوئی زہر یا جادو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اب یہ بات قطعی طور پر ظاہر ہے کہ یہ علاج پیشگی طور پر ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں آپ ﷺ کا ذاتی عمل مبارک جو کہ پچھنے لگانے کا تھا اس سے بھی پیشگی علاج کرنا ثابت ہوتا ہے۔ جس کی طرف آپ ﷺ نے خود اشارہ بھی فرمایا ہے، کہ جو شخص پچھنا لگوائے تو پھر اگر وہ بیماری کا علاج نہ بھی کرے تب بھی اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ خلاصہ یہ کہ پیشگی علاج کرنا شریعت مطہرہ سے ثابت ہے اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال سے ثابت ہے۔ پس والئ سوات کا یہ حکم جو کہ چیچک کے لیے ٹیکہ لگوانا ہے یہ حکم بھی شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ: ۴۳۰ چیچک پھیلنے کی رپورٹ

حسب الحکم حضور والی صاحب بہ ذریعہ حاکم بحرین۔ اگر کسی علاقے میں وبا پھیل شروع ہو جائے تو علاقہ کے معززین فوراً اسی وقت حکومت عالیہ کو رپورٹ کریں۔ اگر کسی گاؤں میں چیچک کی وبا پھیل گئی اور گاؤں کے معززین نے اس کے متعلق رپورٹ نہیں کی تو اس صورت میں اس معزز سے پچاس روپے جرمانہ لیا جائے گا اور اگر رگزن (چیچک کا ٹیکہ لگانے والا) ایک علاقے میں رگزنی کے لیے چلا گیا اور کسی نے اپنے بچوں کو رگزنی کے لیے پیش

---

50 "مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةَ لَمْ يَضُرُّهُ سِمٌّ وَ لَا سِحْرٌ۔" مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم، ۳: ۱۶۱۸

51 "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَحْتَجِمُ عَلٰى هَامَّتِهِ وَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ مَنْ اَهْرَقَ مِنْ هٰذِهِ الدِّمَآءِ فَلَا يَضُرُّهُ اَنْ لَّا يَتَدَاوٰى بِشَيْئٍ لِشَيْئٍ۔" ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ۶: ۱۰

نہ کیا یا بچوں کی رگزنی سے انکار کیا کہ میں اپنے بچوں کی رگزنی کرنا نہیں چاہتا تو اس صورت میں اس آدمی سے پچاس روپے جرمانہ لیا جائے گا۔[52] ۱۹۵۴-۰۴-۲۸

شرعی جائزہ:

اس حکم نامے میں بھی والئی سوات نے چیچک کے بارے میں یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ اس کے لیے ٹیکہ لگوانا ضروری ہے، لیکن ان دونوں فرق یہ ہے کہ پہلے حکم نامے میں ہر شخص کو یہ حکم ہے کہ وہ چیچک پھیلنے کی صورت میں ٹیکہ لگوائے، جب کہ اس حکم نامے میں علاقے کے معززین کو چیچک پھیلنے کی رپورٹ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو ٹیکہ لگوانے کا حکم دیا گیا ہے اور جس نے رپورٹ نہیں کی یا بچوں کو ٹیکہ نہ لگوایا اور اس سے انکار کیا، تو وہ مبلغ ۵۰ روپیہ جرمانہ ہو گا۔ اب ان دونوں قسم کے حکم ناموں کا جو کہ حکومت کو رپورٹ کرنا اور بچوں کو ٹیکہ لگوانا ہے۔ ان دونوں احکامات کا تعلق انتظامی امور کے ساتھ ہے۔ اور انتظامی امور کے بارے شریعت کا حکم یہ ہے کہ ان میں حکمرانِ وقت کی تابعداری لازم ہے اور اس کی نافرمانی ناجائز ہے، جیسا کہ وھبۃ الزحیلی نے اپنی کتاب الفقہ الاسلامی میں یہ عبارت نقل فرمائی ہے کہ "امام کی اطاعت سے خروج کسی بھی صورت میں ناجائز ہے، خاص کر جب کہ اس کا سبب کوئی اہم اور بنیادی نہ ہو، مثلاً کسی نص قطعی کی مخالفت وغیرہ نہ ہو، چاہے اجتہاد کے ذریعے ہو یا بغیر اجتہاد کے[53]۔ اس قسم کی عبارات سے یہ مسئلہ قطعی طور پر واضح ہوتا ہے کہ اگر حکمرانِ وقت کسی ایسی بات کا حکم دے جو کہ نص شرعی کے خلاف نہ ہو، تو اس کا ماننا لازم ہے، اور جب تک ایسی بات کا حکم نہ دے، جو شریعت کے حکم کے خلاف نہ ہو، تب تک اس کی مخالفت روا نہیں۔ اور جرمانہ کا حکم اس سے پہلے کئی حکم ناموں میں تفصیل کے ساتھ کیا جا چکا ہے جس کا خلاصہ ابن عابدین نے یوں نقل کیا ہے۔ کہ "امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ حکمران کے لئے تعزیر بالمال جائز ہے۔ اور صاحبین اور باقی ائمہ کے نزدیک جائز نہیں

---

[52] غلام حبیب خان، **رواج نامہ سوات**، ۲۱۹

[53] "وَلَا يَجُوْزُ الْخُرُوْجُ عَنِ الطَّاعَةِ بِسَبَبِ أَخْطَاءٍ غَيْرِ أَسَاسِيَّةٍ لَا تَصَادُمَ نَصًّا قَطْعِيًّا، سَوَاءٌ أَكَانَتْ بِاجْتِهَادٍ، أَمْ بِغَيْرِ اجْتِهَادٍ"۔ وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۶: ۷۰۴

ہے[54]۔ لیکن مفتٰی بہ قول یہ ہے کہ تعزیر بالمال جائز ہے۔ جیسا کہ تبصرۃ الحکام کی عبارت ہے کہ "تعزیر بالمال کے بارے میں علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ مال کی صورت میں سزائیں منسوخ ہیں تو انہوں نے ائمہ کرام کے مذاہب کو نقلا اور استدلالاً غلط سمجھا ہے اور تعزیر بالمال کے نسخ کا دعویٰ اتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین اور کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعزیر بالمال کے بارے میں فیصلے کرنا ان لوگوں کے نسخ کے دعویٰ کو مسترد کرتا ہے[55]۔" ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ تعزیر بالمال میں اگرچہ فقہاء کا اختلاف ہے لیکن اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ لہٰذا اوالئی سوات نے چیچک کے بارے میں جو یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ اس کے لیے ٹیکہ لگوانا ضروری ہے، اور علاقے کے معززین کو چیچک پھیلنے کی رپورٹ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو ٹیکہ لگوانے کا حکم دیا گیا ہے اور جس نے رپورٹ نہیں کی یا بچوں کو ٹیکہ نہ لگوایا اور اس سے انکار کیا، تو وہ مبلغ ۵۰ روپیہ جرمانہ ہو گا۔ تو یہ حکم نامہ بھی شرعی طور پر صحیح ہے۔

خلاصۂ بحث:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ کامل دین عطا فرمایا گیا ہے جو تاقیامت آنے والی پوری انسانیت (Humanity) کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر جتنے احسانات کئے ہیں، ان احسانات اور نعمتوں کی فہرست میں ایمان کے بعد صحت سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے، اور انسانی زندگی کے لیے سب سے زیادہ وقعت (Weightage) رکھتی ہے، عمدہ سے عمدہ نعمت اور قیمتی سے قیمتی اسباب و سامان ہونے کے باجود

---

[54] "وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ يَجُوزُ التَّعْزِيرُ لِلسُّلْطَانِ بِاَخْذِ الْمَالِ وَعِنْدَهُمَا وَبَاقِي الْأَئِمَّةِ لَا يَجُوزُ۔" محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین، رد المحتار، ۴: ۶۱

[55] " قَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ الْجَوْزِيَّةِ وَمَنْ قَالَ: إنَّ الْعُقُوبَةَ الْمَالِيَّةَ مَنْسُوخَةٌ فَقَدْ غَلَّطَ مَذَاهِبَ الْأَئِمَّةِ نَقْلًا وَاسْتِدْلَالًا، وَلَيْسَ يَسْهُلُ دَعْوَى نَسْخِهَا وَفِعْلُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَأَكَابِرِ الصَّحَابَةِ لَهَا بَعْدَمَوْتِهِ ﷺ مُبْطِلٌ لِدَعْوَى نَسْخِهَا۔" ابراہیم بن محمد بن فرحون، تبصرۃ الحکام، ۳: ۳۵۳

اس نعمت کے بغیر بے لذت اور تلخ معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے انسان کو چاہئے کہ وہ اس نعمت کی قدر کرے اور ہر وقت اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے اپنی صحت کا تحفظ بھی کرے کہ یہ ہر انسان کے لیے ایک فرضِ منصبی کی حیثیت رکھتی ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک طرف انسان کو صحت بطور نعمت عظیم عطا فرمایا ہے اس کے ساتھ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے مختلف امراض کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ جتنے بھی امراض اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں ان کے لیے شفا بھی نازل فرمائی ہے، اور انسان کو علاج معالجہ (Treat) کا حکم بھی دیا ہے۔ اس لیے ہر انسان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی صحت کے تحفظ کے لیے اپنی وسعت کے خیال رکھیں اور بیماری کی صورت میں علاج و معالجہ کا اہتمام کرے۔ جس کی تائید خود آپ ﷺ کے اقوال و افعال سے ہوتی ہے۔ دینِ اسلام میں نہ صرف یہ کہ علاج جائز او مطلوب ہے بلکہ یہ مستحسن و مسنون بھی ہے۔

شریعتِ اسلامیہ چونکہ ایک کامل اور مکمل دین ہے اور اس میں ہر چیز کے لیے اصول مقرر کیے ہیں۔ ان اصول میں بعض اصول شریعت نے علاج معالجہ کے واسطے بھی مقرر کیے ہیں۔ اس لیے بحیثیت مسلمان ان اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنا علاج و معالجہ کرنا چاہئے۔ اسلامی نصوص کی ہدایات کی روشنی میں علاج و معالجہ کے اصول میں چند یہ ہیں کہ بیماری کے لیے علاج کرنا اور دوائی لینا تو جائز ہے، لیکن ایسی دوائی لینا جس میں حرام اشیاء شامل ہوں، وہ ناجائز ہے۔ البتہ شریعت نے جس طرح تمام معاملات میں سہولت دی ہے، اور جہاں مجبوری ہوتی ہے وہاں پر اجازت دی ہے، اسی طرح کا معاملہ یہاں بھی ہے کہ اگر بیماری بڑھ جائے اور کسی مستند (Qualified) ڈاکٹر کے مشورے سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس کا علاج ایسی دوائی کے بغیر ممکن نہیں، جس میں حرام اشیاء شامل ہیں۔ تو ایسی صورت میں اس حرام دوائی کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے۔ لہٰذا سخت مجبوری کی صورت میں حرام دوا کا استعمال بھی جائز قرار دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ حلال دوا میسر نہ ہو، یا میسر ہو لیکن اس سے علاج نہ ہوتا ہو۔

اسی طرح ان روایات سے یہ اصول بھی واضح ہو جاتی ہے کہ عام حالات میں علاج معالجہ کرنا مسنون ہے، لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں علاج سنت سے بڑھ کر واجب بھی ہو جاتا ہے اور علاج نہ کرنے کی صورت میں اگر اس کی بیماری کی شدت کا یا جسم کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں علاج نہ کرنا باعثِ

گناہ ہو گا۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ "اہل علم نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ علاج معالجہ مباح ہے؟ مستحب یا واجب؟ اور تحقیق یہ ہے کہ کچھ چیزوں سے علاج معالجہ حرام ہے اور کچھ سے مکروہ اور کچھ سے مستحب ہے اور پھر بعض صورتوں میں علاج معالجہ واجب ہے اور یہ اس صورت میں جب یقین ہو جائے کہ اس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں مثلاً اضطراری حالت میں مردار کا کھالینا واجب ہے، کیونکہ ایسی صورتِ حال میں ائمہ اربعہ اور جمہور علما کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے۔"[56]

چونکہ علاج معالجہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اور انسانی زندگی کا اٹوٹ انگ(Integral Part) ہے، جس کے بغیر زندگی گزارنا ناممکن ہے، جب کہ شریعت اسلامیہ نے بھی اس کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے نہ صرف اس کو جائز قرار دیا ہے بلکہ بسا اوقات اس کو باعثِ اجر عمل بھی بتلایا ہے۔ اسی اہمیت اور ضرورت کے پیشِ نظر والئ سوات نے اپنی ریاست کے باشندگان کے لیے زندگی کے باقی شعبہ جات کی طرح علاج معالجہ کے لیے بھی ایسے اصول مقرر کیے تھے، جو اس زمانے کے اعتبار سے نہ صرف ایک ترقی یافتہ ریاست(Developed State) اور قوم کی نشانی تھیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی اور صحت کو حد درجہ تحفظ بھی حاصل تھا۔ ان میں سے دس حکم نامے رواج نامۂ سوات میں قلمبند کیے گئے ہیں، ان تمام حکم ناموں کا شرعی و تحقیقی جائزہ اس آرٹیکل میں لیا گیا ہے۔

---

[56] احمد بن تیمیہ، مجموع فتاوٰی ابن تیمیہ، ۵: ۵۳۹